OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.9 Issue 10 December 2021

قیامِ امن میں جہاد و قتال اسوہ نبوت ورسالت کا کردار

THE ROLE OF JIHAD AND FIGHTING IN PROPHECY

Dr. Mahmood Ahmad
Assistant Professor, Dept. of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalngar Campus.

Dr. Muhammad Hammad
Assistant Professor, Dept. of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalngar Campus.

Maqsood Ahmad
Lecturer(Visiting) University of Okara, Okara.

Abstract: Qital is inevitable but it is not a purpose itself.The purpose of Qital in the sake of Allah is to ensure peace and eliminate anarchy.It,s example is like surgery.It,s pain is for relief.This permanent relief is not possible without temporary pain.The prophet made an agreement with Jews as he came to Madina but Jews does not leave their conspiracies. Pagans of Makkah already had bad behavior with Muslims. Other tribes were also against Islam due to the fear of end of their supremacy.The whole penausola of Arab was absolutely peaceless. Total number of Ghazwat and Siraaia in which any body killed is only 28. According to the research study conducted by Syed Salman Mansoorpuri 1014 persons were killed from both sides in all Ghazwat. In fact actual principle of Jihad o Qitaal is to make the opponents optionless to the extent that they may surrender towards the peace. In the result of Jihad o Qitaal of Hazrat Muhammad (peace be upon him) the peace established to the extent that a lonely woman travelled (a long journey) from Heera or Sana,a (city) to Makkah (to perform Pilgrimage) and she does not fear any one except

Allah. Before that, however, the condition of the Arabian Peninsula was such that even large caravans accompanied expert leaders and bodyguards..

Keywords: Jihad & Qital, Peace be Upon Him, Ennd of Persecution and Corruption, Gazwat wa Sarya, Muslim Ummah.

تمہید

عصر حاضر میں جہاد کو دہشت گردی سے ملتبس کیا جارہا ہے۔ جہاد کی اس سراسر غلط اور گمراہ کن تعبیر کا اصل سبب یہ ہے کہ یہ لوگ اسلام اور جہاد کے اصلی مقام و موقف سے بے خبر ہیں اور ان کو معلوم نہیں ہے کہ اسلام کسی ایک جغرافیائی یا نسلی قوم کا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ یہ تمام انسانیت کا مذہب ہے اور اس ہمہ گیر خدائی فلسفہء زندگی کے قیام و نفاذ کی مقدس جدوجہد کا نام جہاد ہے۔ جہاد کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو دور کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے میدان صاف کیا جائے۔ تاکہ مسلمانوں کو دنیا میں بالادستی حاصل ہو اور وہ دنیا کے کسی بھی حصے میں ہونے والے مظالم کی روک تھام کر سکیں۔

لیکن اسلام اپنا یہ نصب العین سرانجام دینے کے لئے لوگوں سے تلوار کی دھار پر کلمہ نہیں پڑھاتا بلکہ وہ ایسی تمام رکاوٹوں کو راستے سے زائل کر دیتا ہے۔ جو اس عقیدہ کو ماننے کی راہ میں وقت کے فرعونوں نے حائل کی ہوتی ہیں اور جو لوگوں کی سوچوں پر انہوں نے پہرے بٹھائے ہوتے ہیں ان کو اٹھا دیتا ہے۔ اس کے بعد دعوت کا کام شروع ہو جاتا ہے اور لوگوں کو مکمل آزادی ہوتی ہے کہ چاہیں تو اس عقیدہ کو قبول کریں اور اگر چاہیں تو اپنے سابقہ عقائد پر برقرار رہیں۔ لیکن وہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ پیدا نہ کریں اور نہ ہی دوسرے لوگوں کو اسے قبول کرنے سے منع کریں۔

جہاد کا مقصد انصاف کا قیام اور تمام انسانوں کے لئے آزادی، عزت اور عدل کی ضمانت ہے جہاد اپنی تمام صورتوں میں واضح اخلاقی حدود اور مقاصد کا پابند ہے ہر سطح پر اس کے تصور، تعلیم اور تبلیغ کی ضرورت ہے تاکہ جہاد کا صحیح فہم و ادراک ہو اور اس کی نعمتوں سے مسلمان اور غیر مسلم سبھی فیض یاب ہو سکیں جہاد کے اس تصور کا فہم اور احترام ہر دور میں ضروری تھا مگر آج جب جہاد کو بدنام کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اور جہادی کلچر کو تشدد اور دہشت گردی کے مترادف قرار دیا جارہا ہے اس میں جہاد کی تفہیم کی ضرورت ہمیشہ سے زیادہ ہے تاکہ اس کی برکات کی بدولت دنیا سے ظلم و ستم مٹ سکے اور امن و امان کا دور دورہ ہو جائے۔

مقاصدِ جہاد و قتال اور قیامِ امن :

دین اسلام میں جہاد و قتال کے جو اغراض و مقاصد بیان کئے گئے ہیں وہ دنیاوی جنگوں کے اغراض و مقاصد کے مقابلے میں انتہائی مناسب و معقول اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ دنیا کی خونریز لڑائیوں کا مقصد صرف بغض و انتقام کے تشنہ کام جذبات خبیثہ کی پیاس بجھانا تھا انسان فطرتاً غیظ و غضب میں اگرچہ جنگ کو ایک عظیم مقصد خیال کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کو غضب انسانی مقصد عظیم خیال کرتی ہے، مدنیت فاضلہ اس کو کوئی مقصد ہی قرار نہیں دیتی۔ ڈاکہ اور راہزنی کسی متمدن انسان کا مقصد نہیں ہو سکتا، ظلم و تعدی انسانیت کی غرض نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی زبانوں میں جنگ کے لئے کوئی ایسا لفظ وضع نہیں کیا گیا جو اس کے مقصد پر دلالت کرتا ہو بلکہ جنگ کے تمام نام محض اس کے اوصاف و نتائج ہی کا بیان تھے۔ لیکن اسلام نے جنگ کو جہاد کی وسیع اصطلاح کے ماتحت لا کر اس کے مقصد اور حقیقت کو نام ہی سے واضح کر دیا۔

جہاد و قتال کے اہداف و مقاصد اور ثمرات و نتائج درج ذیل ہیں۔

ا۔ فتنے کا خاتمہ:

جہاد و قتال کا ایک مقصد فتنے کا خاتمہ ہے۔ اگر کوئی ایمان لانا چاہتا ہو لیکن کفار کی سزا اور تکلیف کے خوف سے ایمان لانے سے جھجکتا ہو اور کوئی ایمان لے آئے تو اسے ان کے ظلم و تشدد کا نشانہ بننا پڑتا ہو تو اس فتنے کو مٹانے کے لیے جہاد و قتال ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾[1]

”اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے اگر وہ باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں ہے“۔

۲۔ مظلوموں کی مدد:

اگر کہیں مظلوموں پر ظلم ہو رہا ہو تو الاقرب فالاقرب کے اعتبار سے مسلمانوں پر جو صاحب استطاعت ہوں ان کی مدد اور حمایت کرنا اور ان کو ظالموں کے ظلم و جبر سے نجات دلانا فرض ہے۔ ارشاد مبارک ہے۔

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴾[2]

''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو چھڑانے کے لئے نہیں ،لڑتے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی حمایتی مقرر فرمادے اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی مددگار عطا فرمادے''۔

واضح رہے کہ مندرجہ بالا آیت کریمہ میں مذہب کی کوئی قید نہیں لگائی گئی کہ صرف مظلوم مسلمانوں کی مدد ہو گی باقی لوگوں کی نہیں۔تاریخ اسلام میں اس کے کئی شواہد موجود ہیں کہ مجاہدین اسلام کی تلوار مظلوم غیر مسلموں کی حمایت میں بے نیام ہوئی اور ان کو اس خوف سے مامون کیا۔نبی ﷺ کا بنو خزاعہ کی حمایت میں مکہ پر حملہ کرنا اور لا تثریب علیکم الیوم[3] کا اعلان، طارق بن زیاد کا عیسائی کی درخواست پر اندلس کے ساحل پر کشتیاں جلانا اور محمد بن قاسم کا سندھ میں ورود مسعود اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔جب جہاد دنیا بھر میں بسنے والے تمام مذاہب کے مظلوموں کا پشتیبان ہے تو مسلمان اس کے بالاولی اور بدرجہ ءاتم مستحق ہیں۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

"فأمّا اذا كا ن ارادالعدو الهجوم على المسلمين فا نه يصير دفعه وا جبا على المقصودين لاعانتهم كما قا ل الله تعالىٰ { وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ}٦ـ لم يا ذن الله فى تركه لاحد "[4]

''جب دشمن مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہے تو تمام مسلمانوں پر اس کا دفاع فرض ہے خواہ وہ حملہ آور کی زد میں آتے ہوں یا نہ کیونکہ ان کی نصرت واعانت اللہ تعالی کے اس فرمان کی وجہ سے ضروری ہے کہ ''اگر وہ مسلمان دین میں تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض اور واجب ہے''۔

۳۔ مقتولین کا بدلہ:

جہاد و قتال کا ایک مقصد ناحق مقتولین کا قصاص بھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ﴾[5]

"اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا بدلہ لینا فرض کر دیا گیا ہے"۔

چھ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ تشریف لائے۔آپؐ کا ارادہ لڑنے کا نہیں تھا کفار نے آپؐ کو روک دیا تب بھی آپؐ نے لڑائی نہیں کی آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا مکہ والوں نے ان کو اپنے ہاں روک لیا مسلمانوں میں افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

" اب ہم ان لوگوں سے لڑائی کئے بغیر نہیں جائیں گے اور آپؐ نے چودہ سو صحابہ کرامؓ سے لڑائی کی بیعت لی کفار نے یہ سنا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا"۔[6]

یہ بیعت قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے لی گئی تھی۔اللہ تعالیٰ نے اس بیعت پر اپنی رضا کا اعلان قرآن مجید میں نازل فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ﴾[7]

" یقیناً اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جس وقت وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے"۔

اسلام میں انسانی جان کو بے حد حرمت عطا کی گئی ہے اور ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔[8]

۴۔ دفاع کے لئے لڑنا:

جب کوئی قوت اسلام کو مٹانے اور اسلامی نظام کو فنا کرنے کے لئے حملہ آور ہو تو تمام مسلمانوں پر فرض عین ہو جاتا ہے کہ سب کام چھوڑ کر اس کے مقابلہ پر نکل آئیں اور جب تک اسلام اور اسلامی نظام کو اس خطرہ سے محفوظ نہ کر لیں اس وقت تک چین نہ لیں۔لیکن اسلام امن کا ایسا عظیم علم بردار ہے کہ اس حالت میں بھی حکم دیتا ہے کہ دفاع کرتے ہوئے بھی خیال رکھنا ہے کہ کسی پر زیادتی نہ ہونے پائے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾[9]

"اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں کرتا"۔

اسلام ایسی حالت میں سب لوگوں پر دفاع کے لیے نکلنا لازم قرار دیتا ہے۔

ہدایہ کے مصنف رقمطراز ہیں:

"فا ن هجم العدو على بلد وجب على جميع النا س الدفع تخر ج المر أة بغير اذن زوجها والعبد بغير اذن المو لیٰ لانه صا ر فرض عين كما في الصلوٰ ة والصو م "[10]

"اگر دشمن کسی شہر پر چڑھ دوڑے تو تمام مسلمانوں پر اس کے دفاع میں قتال کرنا فرض عین ہو گا۔ چنانچہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر اور غلام آقا کی اجازت کے بغیر نکل کھڑے ہوں گے کیونکہ اس وقت جہاد نماز روزہ کی طرح فرض عین ہو جاتا ہے"۔

اپنے ملک پر ہونے والے دشمن کے قبضے کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دنیا کے ہر مذہب اور ہر قانون میں موجود ہے اگر امریکہ بدیسیوں کے خلاف جنگ کا کریڈٹ لیتا ہے اگر فرانس کو اپنے ملک پر قابض افواج کے خلاف اپنی جدوجہد پر فخر ہے تو اس طرح کی جدوجہد کرنے والے مسلمان مجاہد دہشت گرد کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

۵۔　مقبوضات کی آزادی:

اگر کفار مسلمانوں کی کسی جگہ پر قبضہ کر لیں تو انہیں وہاں سے نکالنا اور مسلمانوں کا قبضہ دوبارہ بحال کرنا فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ﴾[11]

" اور انہیں جہاں پاؤ قتل کر دو اور جس جگہ سے انہوں نے تم کو نکالا ہے تم انہیں وہاں سے نکال دو"۔

مقبوضات کی آزادی کے لیے جہاد و قتال کرنا امن کے لیے ضروری ہے۔ اور یہ حکم صرف اسلام کا نہیں بلکہ شریعت موسیٰ کا بھی ہے۔ سورۂ بقرہ میں طالوت کی زیر قیادت جہاد کا ذکر ہے وہ اپنے علاقے واپس لینے کے لئے لڑی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول نقل کیا ہے۔

﴿وَ مَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا﴾[12]

" ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہیں لڑیں گے حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں اور ہمارے بیٹوں سے نکال دیا گیا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین کو انتہائی کم تعداد کے باوجود کفار پر فتح نصیب فرمائی اور داؤد علیہ السلام نے کفار کے سپہ سالار جالوت کو قتل کر دیا۔

یہ ایسا حق ہے جس سے دست بردار ہونے پر جانور بھی تیار نہیں ہوتے اور مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں انسانوں سے ان کا یہ حق کیوں کر چھینا جا سکتا ہے۔اسلامی جہاد کا ایک بڑا مقصد کم زور لوگوں کو ان کا یہ حق دلا کر زمین میں امن و امان قائم کرنا بھی ہے۔

٦۔ سرحدوں کی حفاظت

کسی بھی اسلامی ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت اور ان کا دفاع بھی جہاد و قتال کے مقاصد میں شامل ہے اور یہ مسلمانوں پر فرض ہے۔تاکہ دنیا کا امن و امان برقرار رہ سکے۔

سورۃ آل عمران میں ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا ﴾[13]

اور حضور نبی کریمؐ نے اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

" رباط یوم فی سبیل اللہ خیرمن الدنیا وما علیھا "[14]

"اللہ کی راہ میں ایک دن کے لئے سرحدوں کی حفاظت کرنا دنیا اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس سے بہتر ہے"۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

" رباط یوم و لیلة خیر من صیام شھر و قیامه وان مات جری علیه عمله الذی کان یعمله و اجری علیه رزقه و امن الفتان"[15]

"ایک دن اور ایک رات سرحدوں کی حفاظت کرنا ایک ماہ کے روزوں اور اس کے قیام سے بہتر ہے اگر وہ مر جائے تو اس کا وہ عمل جاری رہتا ہے جو وہ کیا کرتا تھا اور اس کا رزق جاری رکھا جاتا ہے اور وہ فتنہ ڈالنے والے (شیطان) سے محفوظ رہتا ہے"۔

۷۔ مومنین اور منافقین کی علیحدگی:

منافق شخص معاشرے کے امن کے لیے زہر قاتل ہے۔ جہاد کے ذریعے منافقین کا نفاق کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ یہ وہ مقصد ہے جو جہاد وقتال سے لامحالہ حاصل ہوتا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے :

{مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ}[16]

''اللہ تعالی مومنوں کو موجودہ حالت میں نہیں رہنے دے گا حتیٰ کہ خبیث (منافقین) کو طیب (مومنین) سے الگ کردے گا''۔

دوسرے مقام پر ہے:

{فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ }[17]

'' جب کوئی محکم سورۃ نازل ہوتی ہے اوراس میں قتال کاذکر ہوتا ہے توآپ ان لوگوں کودیکھتے ہیں جن کے دلو ں میں (نفاق) کامرض ہےآپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے ان پر موت کی غشی طاری ہو''۔

جہاد کے مقاصد میں سے مومنوں پرانعامات بھی ہیں اللہ تعالیٰ سورۃ آل عمران میں ارشاد فرماتے ہیں:

{وَ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاس وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ oلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ[18]}

''اور یہ دن ہیں ہم ان کولوگوں کے درمیان پھیرتے ہیں تاکہ اللہ تعالی ظالموں کو جان لے اور تم میں سے شہداء بنائے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔اور تاکہ اللہ تعالی مومنوں کو چھانٹ دے اور کافروں کو مٹادے''۔

مندرجہ بالاآیات غزوہ احد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اس میں جو مسلمانوں کو عارضی تکلیف پہنچی تھی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جہاد کے مقاصد میں یہ بھی ہے کہ ہم مجاہدوں میں سے کچھ کو شہادت کے مقام پر فائز کر کے جنت الفردوس میں پہنچادیں اور کافروں کو ناکام ونامراد کرکے جہنم کا ایندھن بنادیں۔

آدابِ جہاد وقتال اور قیامِ امن:

اسلام تمام عالم کے لئے رشد وہدایت کا داعی اور علمبردار ہے امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس ہدایت کی بین الاقوامی طور پر تبلیغ ودعوت کا فریضہ سونپا گیا ہے۔امت محمدیہ کو بہترین امت ہونے کا اعزاز ہی اس لئے دیا گیا ہے کہ یہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ فریضۂ دعوت کی ادائیگی اور تکمیل کا ہی ایک

اہم مرحلہ ہے ویسے بنیادی طور پر اسلام نے حرب و قتال، جنگ و جدل اور قوت کے استعمال کو پسند نہیں کیا کیونکہ جنگ جن مقاصد کے لئے لڑی جاتی ہے۔ اگر وہ مقاصد جنگ کے بغیر حاصل ہو رہے ہوں تو پھر جنگ کرنا حماقت ہے لیکن اگر حصول مقصد کے لئے جنگ ناگریز ہو جائے تو پھر اسلام اپنے ماننے والوں پر اسے فرض قرار دیتا ہے۔ لیکن بنیادی مقصد کیونکہ لڑائی نہیں قیام امن اور فتنہ کا خاتمہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اسلام کچھ ایسی حدود و قیود کی پابندی لازمی قرار دیتا ہے، جن پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اصل مقاصد تک محدود رہا جاسکے۔ ذیل میں چند ایسے ہی خصوصی آداب پر بحث کی گئی ہے۔

ا۔　　اخلاصِ نیت

اسلامی جہاد چونکہ بظاہر جنگ ہے لیکن تمام جنگوں سے منفرد ہے اس لئے اس کے لئے نیت خالص ہونا انتہائی ضروری امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قتال کے ساتھ فی سبیل اللہ کی شرط عائد کی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{وَلاَ تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ االلهِ وَااللهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ}[19]

"اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کی غرض سے نکلے اور وہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور وہ جو کرتے ہیں اللہ اس پر احاطہ کئے ہوئے ہے"۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من قاتل لتكون كلمة االله هى العليا فهو فى سبيل االله" [20]

"جو شخص اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے لڑتا ہے (اس کا قتال) اللہ کی راہ میں ہے"۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم کو فرماتے ہوئے خود سنا ہے:

"ان اول الناس يقضى يوم القيمة عليه رجل استشهد فاتى به فعرفه نعمه فعرفها قال فما عملت فيها؟ قال قاتلت فيک حتى استشهدت قال كذبت ولكنّک قاتلت لان يقال جرى فقد قيل ثم امر به فسحب على وجهه حتى القى فى النار-----"[21]

"قیامت کے روز جس آدمی کا سب سے قبل حساب ہو گا وہ شہید ہو گا چنانچہ اسے لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمتوں کی پہچان کروائے گا وہ ان کا اعتراف اور اقرار کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان کا کیا حق ادا کیا؟ وہ کہے گا میں نے تیرے راستے میں جہاد و قتال کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے۔ بلکہ تو نے اس

لئے قتال کیا کہ تجھے جرأت مند اور بہادر کہا جائے اور وہ کہا جا چکا ہے پھر اس کے لئے حکم ہو گا اور اسے الٹے منہ کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا..."(لمبی حدیث ہے)۔

۲۔ دعوت قبل از قتال:

جہاد میں مد نظر رکھے جانے والے امور میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لڑائی شروع کرنے سے پہلے دشمن کو اسلام کی طرف دعوت دی جائے۔ اگر وہ دعوت قبول کر لیں تو ان سے لڑائی نہ کی جائے اگر انکار کر دیں تو دوسری شرط یعنی جزیہ کی ادائیگی کا کہا جائے۔ اگر اسے بھی تسلیم نہ کریں تو پھر ان سے قتال کیا جائے کیونکہ کفار کے ساتھ جنگ کا سب سے بڑا مقصد ان کو کفر و شرک کی ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکال کر دین حق کی روشنی سے منور کرنا ہے۔ تاکہ وہ جہنم کی خوفناک اور اذیت ناک راہ سے بچ کر اللہ تعالی کی رضا کے مستحق ہو جائیں اور جنت میں عیش و آرام کی لافانی زندگی سے لطف اندوز ہو سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ رحمۃ للعالمینؐ ۱۳ سال کی ایک طویل مدت تک طعن و تشنیع اور مار پیٹ برداشت کرنے کے باوجود مکہ مکرمہ کی پر خار گلیوں میں حکمت و موعظت کے موتی بکھیرتے رہے اور مدینہ منورہ میں جا کر یہود اور اہل مدینہ کو سمجھاتے رہے۔ جب اتمام حجت ہو چکی تو اس کے بعد جہاد کا آغاز کیا گیا اور اس میں بھی اصول یہی رکھا گیا۔ خاص طور پر وہ اقوام جن تک دعوتِ اسلام نہیں پہنچی تھی۔ انہیں سب سے پہلے اسلام کی طرف دعوت دینا ضروری تھا۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر کے طویل قصہ میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

"اسلک حتی تنزل بساحتهم ثم ادعهم الی الاسلام واخبرهم بما یجب علیهم فواالله ! لان یهدی بک رجل واحد خیرلک من حمر النعم"[22]

"چلتے رہو۔ حتی کہ ان کے میدان میں اتر جاؤ۔ پھر ان کو قبول اسلام کی دعوت دو اور انہیں اسلام میں اللہ تعالی کے حقوق و فرائض سے آگاہ کرو۔ کیونکہ اللہ کی قسم ہے! اللہ تعالی تمہاری وجہ سے ایک آدمی کو راہِ ہدایت پر لگادے گا تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں کی دولت سے زیادہ بہتر ہے"۔

آپؐ سے یہ بھی مروی ہے :

"ان رسول االله صلی الله علیه وسلم لم یکن یقاتل الکفرة حتی یدعوهم الی الاسلام"[23]

''بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے اس وقت تک قتال شروع نہیں کرتے تھے جب تک ان کو اسلام کی طرف دعوت نہ دیں''۔

جمہور فقہاء کا موٴقف ہے کہ اگر کفار تک دعوتِ اسلام نہ پہنچی ہو تو انہیں دعوت ضرور دی جائے۔ بدائع الصنائع میں ہے:

''فان کانت الدعوۃ لم تبلغھم فعلیھم الافتتاح بالدعوۃ الی الاسلام باللسان[24]

لقول اللہ تبارک وتعالیٰ {اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ ھَوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ}[25]

''اگر ان (کافروں) تک دعوت نہ پہنچی ہو تو پہلے زبان سے اسلام کی طرف دعوت سے ابتداء کرنی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعے (لوگوں کو) اپنے رب کی راہ کی طرف بلائیے اور ان کے ساتھ احسن انداز میں مجادلہ کیجئے''۔

تاکہ قیامت کے دن یہ لوگ یوں نہ کہیں:

{رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلاً فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ} [26]

''اے ہمارے پروردگار تو نے ہمارے پاس رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اور مومنین میں سے ہوتے''۔

۳۔ اطاعت امیر:

دین اسلام کا اصل ہدف ایک ایسے اجتماعی معاشرے کا قیام ہے جو پوری دنیا میں امن و امان اور عدل و انصاف کا ضامن ہو اور یہ مقصد صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب جماعت و امارت کا نظام قائم ہو یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اکثر دینی عبادات جیسے نماز باجماعت، حج، علی الاعلان نکاح میں اجتماعی طرزِ حیات کو مرکزی اہمیت دی ہے۔ جہاد بھی اسلام کا ایک اہم اجتماعی فریضہ ہے۔

اس نظم اجتماعی کو برقرار رکھنے کے لئے شریعت نے اطاعت امیر پر خصوصی زور دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَطِیْعُوْا االلہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی االلہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِااللہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلاً} [27]

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے صاحب امر لوگوں کی بھی۔ پھر اگر کسی معاملے میں تمہارا تنازعہ ہو جائے تو اس کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم (واقعی) اللہ اور قیامت کے دن پر (سچا) ایمان رکھتے ہو یہ طریقہ تمہارے لئے بہتر اور انجام کے اعتبار سے بہت ہی اچھا ہے"۔

مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ امیر جماعت کی بات سننا اور اس پر حتی المقدور عمل کرنا واجب ہے۔ اگر امیر کا حکم اللہ اور رسولؐ کے حکم کے تحت ہو تو اس کا ماننا بھی فرض ہے اور اس کی نافرمانی کو اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی تصور کیا جائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"من اطاعنی فقد اطاع االله ومن عصانی فقد عصی االله ومن يطع الامير فقد اطاعنيى ومن يعص الامير فقد عصانی وانما الامام جنة يقاتل من ورائه و يتقیٰ"[28]

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جو امیر کی نافرمانی کرے گا وہ میری نافرمانی کرے گا اور بیشک امام ایک ڈھال ہے جس کے پیچھے (محفوظ ہو کر) قتال کیا جاتا ہے اور (کفار کے شر سے) بچا جاتا ہے"۔

اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا:

"من خرج من الطاعة وفارق الجماعة ثم مات، مات ميتةً جاهلية ومن قتل تحت رأية عمية يغضب للعصبية، ويقاتل للعصبية فليس من امتی---"[29]

"جو شخص (امیر کی) اطاعت سے نکل گیا اور جماعت سے الگ ہو گیا پھر وہ مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا اور جو اندھے پرچم (بغیر مقصد کے) تلے قتل ہوا وہ قومی عصبیت کے لئے غضب ناک ہوا اور قومی عصبیت کی خاطر جنگ کرتا ہے وہ میری امت میں سے نہیں"۔

امیر جماعت کی کوئی جسمانی یا خاندانی چیز اچھی نہ لگتی ہو تب بھی اس کی بات ماننا ضروری ہے۔ فرمایا:

"اسمعوا واطيعوا وان استعمل عليكم عبد حبشی كأن راسه زبيبة او عبد مجدع يقود كم بكتب االله"[30]

(''امیر کی بات) سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ کوئی حبشی غلام منقّیٰ جیسے چھوٹے سر والا یا کوئی ناک کٹا غلام تمہارا امیر بنادیا جائے جو کتاب اللہ کے مطابق تمہاری قیادت کرے''۔

امیر کی اطاعت میں اپنی پسند و ناپسند کو کوئی دخل نہیں ہوگا بلکہ امیر کی بات پر عمل کرنے کا معیار مطابقت شریعت ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"السمع و الطاعة على المرء المسلم فيما احب وكره مالم يؤمر بمعصية فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة[31]"

''مسلمان پر لازم ہے کہ اپنی پسند و ناپسند تمام باتوں میں امیر کی بات سنے اور اس کی اطاعت کرے جب تک اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو سمع وطاعت نہیں ہوگی''۔

امیر کو بھی چاہئے کہ وہ کسی کو بھی معصیت کا حکم نہ دے بلکہ ان کو کتاب و سنت کے مطابق چلائے اور اجتہادی مسائل کے حل کے لئے مجلس شوریٰ کا قیام کرے۔ جیسا کہ عہد نبویؐ اور عہد خلافت راشدہ میں مسلمانوں کا معمول تھا۔

۴۔ غیر مقاتلین کے قتل کی ممانعت:

جہاد و قتالِ اسلامی چونکہ قومی، عصبیتی اور لسانی جنگوں کے برعکس انتہائی پاکیزہ اور اعلیٰ مقاصد کے لئے کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسلام اپنے حریفوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرلیتا ہے۔ ایک مقاتل یعنی ایسے لوگ جو اسلامی فوج سے لڑنے کے لئے میدانِ جنگ میں اتر آئیں۔ دوسرے وہ عام شہری جو جنگ سے مکمل طور پر لاتعلق ہوں۔ اسی طرح عورتیں، بچے اور بوڑھے کھوسٹ بھی خواہ میدانِ جنگ میں موجود ہوں لیکن لڑائی میں حصہ نہ لیں تو ان کو بھی اسی فریق میں شمار کیا گیا ہے۔ جہاں تک پہلے فریق کا تعلق ہے تو ان کے متعلق تو قرآن پاک یہ کہتا ہے کہ:

{فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ }[32]

''ان کی گردنوں اور ان کے پور پور پر مارو''۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

{فَاِذا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْہُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّام بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَہَا } [33]

اور فرمایا: {فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِى الْحَرْبِ فَشَرِّدْبِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ} [34]

کیونکہ اسلام ان کے ساتھ بھی مستقل جنگ کی کیفیت برپا رکھنے کے حق میں نہیں ہے بلکہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جنگ میں اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لائے تاکہ جنگ کو جلد از جلد اس کے منطقی انجام تک پہنچایا جاسکے۔

لیکن جہاں تک دوسرے فریق کا تعلق ہے ان کے قتل سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"وجدت امرأة مقتولة في بعض مغازي رسول الله صلى الله عليه وسلم فنهى رسول الله صلى الله عليه وسلم من قتل النسآء والصبيان" [35]

"نبی کریمؐ کی جنگوں میں سے ایک جنگ میں ایک مقتول عورت پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمادیا۔"

ایک حدیث میں ہے:

"راى في بعض غزواته امراة مقتولة فانكر ذلك وقال هاهِ ما اراها قَاتَلَتْ فَلِمَ قُتِلَتْ"[36]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک غزوہ میں ایک عورت مقتول پائی تو آپؐ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فرمایا، افسوس میں نے اسے لڑتے ہوئے تو نہیں دیکھا تو اسے کیوں قتل کردیا گیا"۔

ایک دفعہ کسی جنگ میں رسول کریمؐ نے لوگوں کو جمع دیکھا تو ایک صحابیؓ کو بھیج کر صورتحال کا پتہ کروایا تو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ایک مقتول عورت کے پاس جمع ہیں تو آپؐ نے فرمایا:

"ما كانت هذه لتقاتل----------وبعث رجلا فقال: قل لخالد لا يقتلن إمرأة ولا عسيفا"[37]

"یہ تو قتال کرنے والی نہ تھی...اور خالد بن ولید (جو مقدمۃ الجیش کی قیادت کررہے ہیں) کو قاصد بھیج کر حکم دیا کہ وہ کسی عورت اور مزدور وغیرہ کو قتل نہ کریں"۔

سیدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اقتلوا شيوخ المشركين واستبقوا شرخهم"[38]

"بڑے بڑے اہل قوت (نوجوان) مشرکوں کو قتل کرو اور ان کے چھوٹے بچوں کو چھوڑدو"۔

"لا تقتلوا امرأة ولا وليداً"[39]

''عورت اور بچے کو مت قتل کرو''۔

ہاں اگر عورتیں اور بچے لڑائی میں حصہ لیں یا لڑائی پر (مردوں کو) ابھاریں یا مسلمانوں کی کمزوریوں کو ظاہر کریں یا کفار ان کی رائے سے نفع حاصل کریں تو عورت اور بچے کو بھی قتل کیا جاسکتا ہے

"والاصل فيه ان كل من كان من اهل القتال يحل قتله سواء قاتل أولم يقاتل وكل من لم يكن من اهل القتال لا يحل قتله الا اذا قاتل حقيقة أو معنى بالرأى والطاعة والتحريض واشباه ذلک"[40]

''اور اس مسئلے میں اصل یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اہل قتال میں سے ہو۔اس کا قتل کرنا جائز ہے وہ لڑے یا نہ لڑے اور ہر وہ شخص جو اہل قتال میں سے نہ ہو اس کا قتل جائز نہیں ہے سوائے اس کے کہ جب وہ خود لڑے۔ حقیقت میں یا معنی میں یا ترغیب وغیرہ دلائے''۔

غیر اہل قتال کے قتل کی استثنائی صورتوں کے بارے میں مولانا مودودی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں :اس باب میں اسلامی قانون کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص جو اہل قتال میں سے ہے اس کا قتل جائز ہے خواہ بالفعل لڑے یا نہ لڑے اور ہر شخص جو اہل قتال سے نہیں ہے اس کا قتل ناجائز ہے سوائے اس صورت کے کہ وہ حقیقتاً لڑائی میں شامل ہو یا مقاتلین کے سے کام کرنے لگے''۔[41]

۵۔　لوٹ مار کی ممانعت:

فوجیں اکثر و بیشتر جنگی حالات میں دشمن کی املاک سے فائدہ حاصل کرنا اپنا حق سمجھتی ہیں۔ بلکہ ان کو برباد کرنے میں بھی عار محسوس نہیں کرتیں۔ اہل عرب اس طریقے میں بہت آگے گزرے ہوئے تھے بلکہ وہ تو لوٹ مار کے مال کو محنت و کمائی کے مال سے بھی زیادہ قابل عزت سمجھتے تھے۔ لیکن اسلام نے آکر ہر طرح کی لوٹ مار کی ممانعت فرمادی۔ صرف مال غنیمت کی ایک صورت برقرار رکھی۔ لیکن اس پر بھی بہت سی پابندیاں عائد کر دیں۔ جو ان پابندیوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی سامان لوٹے گا وہ اس کے لئے حرام ہے۔

ابوداؤد میں ایک انصاری صحابیؓ سے مروی ہے کہ ہم ایک جہادی سفر میں رسولؐ کے ساتھ تھے۔ خوراک کی سخت قلت تھی۔ اتفاقاً بکریوں کا ایک ریوڑ نظر آیا لوگوں نے وہ لوٹ لیا ابھی ان کا گوشت ہنڈیوں میں پک رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپؐ کے ہاتھ میں کمان تھی آپؐ نے اس سے ہنڈیاں الٹ دیں پھر فرمایا:

"ان النهبة ليس باحل من الميتة او ان الميتة ليست باحل من النهبة" [42]

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"من ضيق منزلا او قطع طريقا فلا جهاد له" [43]

"جس شخص نے راستہ تنگ کیا یا راستہ چلنے والے (مسافروں) کو لوٹا اس کا جہاد ہی (قبول) نہیں"۔

٦۔ مثلہ کی ممانعت:

عہد جاہلیت کی جنگوں میں سبب چونکہ ذاتی دشمنی ہوتی تھی۔ لہٰذا فاتحین جوش انتقام میں مفتوحین کی لاشوں کا مثلہ کرتے، قیدیوں کو باندھ کر مختلف ظالمانہ طریقوں سے قتل کرتے اور ان کو سخت اذیت سے دوچار کرتے۔ جیسا کہ غزوۂ احد میں ہند بنت ابی سفیان نے انتقام کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ عم رسولؐ کے ناک، کان وغیرہ کاٹے اور کلیجہ نکال کر چبانے لگی پھر نگل نہ سکی تو اسے اگل دیا۔ اسی طرح لاشوں کو جانوروں کے قدموں تلے روندنا اور ان کی تحقیر کرنا عربوں کے ہاں مروج تھا۔ لیکن اسلامی جہاد میں ذاتی عناد کو بالکل دخل نہیں ہوتا۔ اس کے مقاصد بہت بلند ہوتے ہیں۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے امور سے سختی سے منع فرمادیا۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

"كان رسول االله صلى الله عليه وسلم يحثنا على الصدقة وينهانا عن المثلة"[44]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو صدقہ کی ترغیب دیا کرتے تھے اور مثلہ سے منع فرماتے تھے"۔

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ رسول کریمؐ نے ایک سریہ بھیجتے وقت ہمیں حکم فرمایا:

"سيروا باسم االله فى سبيل االله قاتلوا من كفر باالله ولا تمثلوا" [45]

"اللہ کا نام لے کر اس کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو اور کفار کے ساتھ قتال کرو اور مثلہ نہ کرو"۔

الغرض اس مفہوم پر بہت سے فرامین موجود ہیں جن میں آپؐ نے صریحاً لاشوں کی بے حرمتی اور مثلہ کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی عمل بھی اس کی عملی تصویر تھا۔ جب جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور کفار کے بڑے بڑے سرداروں سمیت ۷۰ افراد کٹ کر کھیت ہو رہے تو صحابہ کرامؓ بیان کرتے ہیں:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر یوم البدر بار بعة و عشرین رجلا من صنادید قریش فقذفوا فی طوی من اطواء بدر خبیث۔۔" [46]

"نبیؐ نے غزوۂ بدر کے دن چوبیس قریشی سرداروں کی لاشوں کو میدانِ بدر میں کسی رذیل اور خبیث گڑھے میں پھینک دینے کا حکم صادر فرمایا"۔

غزوۂ احزاب میں قریش مکہ نے نوفل کی لاش حاصل کرنے کے لئے دس ہزار درہم کی پیش کش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لاش دے دو قیمت کی ضرورت نہیں، ہم لاشوں کی قیمت نہیں لیا کرتے"۔[47]

۷۔ آگ میں جلانے کی ممانعت:

زندہ دشمن کی زخموں سے چور اور قریب المرگ لاشوں کو نذرِ آتش کر ڈالنا بھی جنگی قواعد و ضوابط میں سے ایک مکروہ ترین فعل تھا۔ بلکہ عصر حاضر میں بھی ہمیں اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ لیکن رسول کریمؐ نے ایسے طور طریقوں کا مکمل طور پر تدارک فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بعثنا رسول االله صلی اللہ علیہ وسلم فی بعث فقال ان وجدتم فلانا و فلانا فاحرقوهما بالنار ثم قال رسول االله صلی اللہ علیہ وسلم حین اردنا الخروج: انی امرتكم ان تحرقوا فلاناً و فلاناً وان النار لا یعذب بها الا االله فان وجدتموهما فاقتلوهما"[48]

"ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فوج میں بھیجا اور حکم دیا کہ "اگر تم فلاں فلاں کو پالو تو انہیں آگ سے جلا دینا پھر ہم روانہ ہونے لگے تو فرمایا"میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں شخص کو آگ میں جلا دینا لیکن آگ کے ساتھ عذاب صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے اگر تم ان دونوں کو پالو تو ان کو قتل کر دینا"۔

۸۔ بدعہدی کی ممانعت:

جہاد سے متعلقہ احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ جن لوگوں کے خلاف اقدام جنگ کرنا ہو ان سے اگر کوئی معاہدہ ہو تو اسے یا تو پورا کیا جائے یا پھر کسی معقول وجہ کی بنیاد پر اسے علی الاعلان ختم کر کے دشمن کو متنبہ کر دیا جائے اور ایسی کوئی کاروائی عمل میں نہ لائی جائے جس سے اسلام کا دامن بدعہدی کے دھبے سے داغدار ہو جائے اور اگر دشمن صلح کی طرف بلائیں تو ان سے معاہدہ صلح کر لینا چاہئے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى االلهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ o}[49]

"اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہو جائیں تو آپ ؐ بھی ہو جایئے اور اللہ پر بھروسہ رکھیں، یقیناوہ سننے، جاننے والا ہے"۔

اگر دشمن کی طرف سے عہد شکنی کا ڈر ہو تو ایسی صورت میں معاہدہ ختم کیا جاسکتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ اِنَّ االلهَ لاَ يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ} [50]

"اگر تمہیں کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابری کی حالت میں ان کا عہد توڑ دو یقیناًاللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

۹۔ متفرق آداب جہاد و قتال:

سیدنا حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ جب کسی چھوٹے یا بڑے لشکر پر کسی کو امیر مقرر فرماتے تو اسے وصیت فرماتے کہ خاص طور پر اپنی ذات کے متعلق اللہ عزوجل کا تقویٰ اختیار کرتے رہنا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھی خیر خواہی کرنا نیز فرماتے:

"اغزوا بسم االله فى سبيل االله قاتلوا من كفر باالله اغزوا فلا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليداً ولا اصحاب الصوامع واذا لقيت عدوک من المشركين فادعهم الى ثلاث خصال (او خلال) فايتهن ما اجابوک فاقبل منهم وكف عنهم ثم ادعهم الى الاسلام فان اجابوک فا قبل منهم وكف عنهم ثم ادعهم الى التحول من دارهم الى دار المهاجرين واخبرهم انهم ان فعلوا ذلک فلهم ما للمها جرين وعليهم ما على المهاجرين فان ابوا ان يتحولوا منها فاخبرهم انهم يكونون كا عراب المسلمين يجرى عليهم حكم االله الذى يجرى على المؤمنين ولا يكون لهم فى الغنيمة والفئ شئ الا ان يجاهدوا مع المسلمين فان هم ابوا فسلهم الجزية فان هم اجابوک فا قبل منهم وكف عنهم فان هم ابوا فاستعن باالله وقاتلهم على حكم االله واذا حاصرت اهل حصن فارا دوک ان تجعل لهم ذمة االله و ذمة نبيه فلا تجعل لهم ذمة االله و ذمة نبيه ولكن اجعل لهم ذمتک و ذمة اصحابک فانكم ان تخفروا ذممكم وذمم اصحابكم اهون من ان تخفروا ذمة االله و ذمة رسوله واذا حاصرت اهل حصن فارا دوک ان تنز لهم على حكم االله فلا تنزلهم على حكم االله ولكن انزلهم على حكمک فانک لا تدرى اتصيب حكم الله فيهم ام لا" [51]

"بسم اللہ پڑھ کر اللہ کی راہ میں جہاد کرو جو اللہ کا انکار کرے اس سے جنگ کرو، جہاد کرو، مال غنیمت میں خیانت نہ کرو، مثلہ نہ کرو، بچوں کو قتل نہ کرو اور نہ ہی راہبوں کو اور جب مشرک دشمن سے ملو تو انہیں تین باتوں کی طرف دعوت دو جو بات بھی ان میں سے وہ مان لیں وہی ان سے قبول کرو اور ان سے لڑائی کرنے سے باز رہو۔ چنانچہ ان کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ قبول کر لیں تو تو بھی قبول کر اور لڑائی نہ کر پھر ان کو اپنے گھروں سے دار ہجرت (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت کرنے کی دعوت دو اور ان کو بتاؤ کہ اگر وہ اس طرح کر لیں تو ان کے لئے مہاجرین والے حقوق و فرائض ہوں گے اگر ہجرت سے انکار کر دیں تو ان کو بتاؤ کہ وہ اعراب (دیہاتی) مسلمانوں کی طرح ہوں گے ان پر اللہ کا حکم لاگو ہوگا جو عام مسلمانوں پر ہے اور ان کو غنیمت اور فئے میں سے کچھ نہیں ملے گا۔ سوائے اس کے کہ وہ مجاہدین کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔ اگر وہ انکار کر دیں تو ان سے جزیہ طلب کرو اگر وہ اسے مان لیں تو قبول کر لو اور لڑائی روک دو۔ اگر وہ انکار کر دیں تو اللہ سے مدد طلب کرو اور اللہ کے حکم پر ان سے قتال کرو اگر تم کسی قلعہ بند قوم کا محاصرہ کرو اور وہ تم سے اللہ اور اس کے نبیؐ کا ذمہ چاہیں تو ان کو اللہ اور اس کے نبیؐ کا ذمہ مت دو بلکہ ان کو اپنا اور اپنے اصحابؓ کا ذمہ دو کیونکہ اگر تم اپنے اور اپنے رفقاء کے معاہدوں میں عہد شکنی کر ڈالو گے تو یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے عہد میں بد عہدی کرنے کی نسبت کم خطرناک ہے اور جب کوئی قلعہ بند قوم تمہارے محاصرے کے دوران مطالبہ کرے کہ اللہ کے حکم پر اتار لو تو ان کو اللہ کے حکم پر مت اتارو بلکہ ان کو اپنے حکم پر اتارو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان کے متعلق تمہارا فیصلہ اللہ (عزوجل) کے حکم کے مطابق ہے یا نہیں"۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف جہادی لشکر روانہ کرتے ہوئے امیر لشکر کو ۱۰ نصیحتیں فرمائیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

"لا تقتلن امرأة ولا صبياً ولا كبيرًا هرما ولا تقطعن شجرا مثمراً ولا تخربن عامرا ولا تعقرن شاة ولا بعيراً الا لماكله ولا تحرقن نخلاً ولا تفقنه ولا تغلل ولا تجبن" [52]

"عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت نہ کاٹنا، بستیاں ویران نہ کرنا، کوئی بکری یا اونٹ کھانے کے سوا ذبح نہ کرنا، کھجور کے کسی باغ کو آگ نہ لگانا اور نہ اسے کاٹنا، خیانت نہ کرنا اور نہ ہی بزدلی دکھانا"۔

جہاد وقتال اُسوۂ نبوت ورسالت ﷺ اشکالات وجوابات:

دور جدید میں یورپ نے اپنی سیاسی اغراض کے لئے اسلام پر جو بہتان تراشے ہیں ان میں سب سے بڑا بہتان یہ ہے کہ اسلام ایک خونخوار مذہب ہے اور اپنے پیروؤں کو خون ریزی کی تعلیم دیتا ہے۔ اپنے اس اعتراض کے خیالی پتلے میں روح پھونکنے کے لئے وہ عہد نبوی کی جہادی کاروائیوں کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں۔ سطور ذیل میں اسی اعتراض کے حوالے سے جہاد و قتال نبوت و رسالت کا سرسری جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ہمارا مقصد نہ سیرت نگاری ہے نہ غزوات و سرایا اور دیگر واقعات کی تفصیل بلکہ حضور نبی کریمؐ کی مدنی زندگی کے اس گوشہ پر کچھ روشنی ڈالنا ہے۔ جو کفار و مشرکین اور معاندین اسلام کے فتنوں اور سازشوں کے دروازے بند کرنے میں گزرا۔ ہجرت کے بعد کا تقریباً کل زمانہ آپ کا مغازی و سرایا کی تہذیب و ترتیب میں صرف ہوا۔ اس واسطے یہ آپ ﷺ کی سیرت کا بہت ہی مہتم بالشان حصہ ہے اور تمام مغازی کے وجوہ و اسباب اور تفصیل و نتیجہ اسلامی تاریخ میں پورا پورا محفوظ ہے۔ لیکن یہ چونکہ ایک وسیع مضمون ہے اس لئے یہ مختصر آرٹیکل اس بحث کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ تاہم اس کو بالکل ذکر نہ کرنے سے مقالہ کا مضمون ہی نامکمل رہ جائے گا۔

جنگ بظاہر ایک بے رحمی، ایک بھیانک تصویر اور ایک وحشیانہ فعل نظر آتی ہے اور فی الواقع ہے بھی کچھ ایسا ہی یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ اس کے اندر بھی کچھ بلند اقدار ہو سکتی ہیں اور ایک پیغمبر جو دنیا میں آیا ہی اس لئے تھا کہ اعلیٰ اقدار کو قائم کرے کس طرح خون ریزی کو روا رکھ سکتا ہے اور اس خدا نے کیونکر جنگ و خون ریزی کی اجازت دی جس کی سب سے بڑی صفت رحمن ورحیم ہے۔ تلوار کا استعمال ظلم ہے یا انصاف اس کا فیصلہ صرف کسی شخص کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کا فیصلہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ دیکھا جائے کہ جس شخص نے تلوار اٹھا رکھی ہے اس نے یہ تلوار کسی دوسرے شخص کی آزادیوں کو چھیننے کے لئے استعمال کی ہے یا اس نے اپنے حقوق کی طرف اٹھنے والے دست تعدی کو روکنے کے لئے تلوار کا سہارا لیا ہے اگر کسی شخص نے دوسروں کے حق پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے تلوار اٹھائی ہے تو وہ ظالم ہے اور اگر کسی نے تلوار اس لئے اٹھائی ہے کہ ظالم کے ظلم کا راستہ روک سکے تو ایسا شخص نہ صرف حق پر ہے بلکہ ایسا شخص تو معاشرے کے ان تمام کمزور افراد کے لئے فرشتہ رحمت بن جاتا ہے جو ظالم کے دست تعدی کو روکنے کے قابل نہیں ہوتے۔

جنگ اگرچہ ناگزیر چیز ہے لیکن یہ بجائے خود کوئی مقصد نہیں مقصد امن قائم کرنااور فتنہ وفساد کو دور کرنا ہے۔ اس کی مثال عمل جراحی اور آپریشن کی سی ہے۔اس میں اگرچہ تکلیف ہی ہوتی ہے۔لیکن مقصد آرام ہی پہنچانا ہے اور یہ ایک ایسا مستقل آرام ہے جو اس عارضی تکلیف کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔قرآن پاک میں یہ مقصد مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے :

{اِلاَّ تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ } [53]

''اگر تم جہاد نہیں کروگے توزمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوجائے گا''۔

معاملہ کی نوعیت وہ ہے جو ایک باغبان اور جنگل کے وحشی جانوروں کے درمیان اس وقت پیدا ہوجاتی ہے جب کوئی پیکرِ عمل اجاڑ زمین کو تیار کر کے اس میں چمن بندی کرنے لگے وہ اگر جنگلی جانوروں سے تعرض نہیں کرتا تو اس کا باغ ختم ہوتا ہے اور باغ کو وہ بچانا چاہے تو جنگلی جانوروں کے لئے اسے بہر حال سنگ دل بننا پڑتا ہے۔

جہاد وقتال نبوت ورسالت کے حوالے سے ایک اور قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کی ہر ایک کوشش کا نام جو انہوں نے جنگ سے بچنے کے لئے کی لوگوں نے جنگ رکھ لیا ہے یہ لوگ نہ واقعہ کی علت دریافت کرتے ہیں نہ مسلمانوں کے مدّعا کی تلاش نہ مسلمانوں کے افعال کا تفحص اور پھر جلدی سے اپنی رائے بھی قائم کرلیتے ہیں۔اس غلطی کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ بے خبر مسلمان بھی سمجھنے لگے کہ مسلمانوں کی ہر ایک نقل وحرکت جنگ ہی کے لئے تھی۔جنگ بدر سے پہلے چھوٹی چھوٹی جھڑپیں اور گشتی سرگرمیاں جن کو سرایا اور غزوات کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے ان کا مقصد جنگ نہ تھا بلکہ دفاع دباؤ اور قریش کو معاہدہ امن کے لئے مجبور کرنا تھا۔

جہاد وقتال نبوت ورسالت میں طرفین کے کام آنے والوں کی تعداد کے حوالے سے اکثر مورخین اور سیرت نگاروں نے قاضی سلیمان منصور پوری کی تحقیق پر اعتماد کیا ہے۔جنہوں نے مسلم شہداء کی تعداد ۲۵۵ جبکہ کفار مقتولین کی ۷۵۹ بیان کی ہے۔[54] گویا کل تعداد جو ان جہاد وقتال کے معرکوں میں کام آئی ۱۰۱۴ بنتی ہے۔اس میں سے اگر بنو قریظہ کے ۴۰۰ مقتولین نکال دیئے جائیں۔جنہوں نے رسول کریمؐ کے فیصلے کو ماننے سے انکار کر کے سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کے فیصلے پر ہتھیار ڈالے تھے تو باقی تعداد صرف ۶۱۴ رہ جاتی ہے۔ان میں سے بھی احد اور احزاب ایسی جنگیں تھیں۔جن میں

کفار نے ریاستِ مدینہ پر حملہ کرکے رسول کریمؐ کو دفاع پر مجبور کر دیا تھا۔ اگر ان دونوں معرکوں میں کام آنے والے ۱۱۶ افراد کو بھی نکال دیا جائے تو تعداد مزید کم ہو کر ۹۸؍رہ جاتی ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے عہد نبوی کی جنگوں کے متعلق بجا طور پر لکھا ہے" : دس سال بعد جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو دس لاکھ سے بھی زیادہ مربع میل کا رقبہ آپؐ کے زیر اقتدار آچکا تھا۔ اس تقریباً ہندوستان کے برابر وسیع علاقے کی فتح میں جس میں یقیناً ملینوں کی آبادی تھی۔ دشمن کے بمشکل ڈیڑھ سو آدمی قتل ہوئے۔ مسلمان فوج کا مشکل سے اس دس سال میں ماہانہ ایک سپاہی شہید ہوتا رہا۔ انسانی خون کی یہ عزت تاریخ عالم میں بلا خوف تردید بے نظیر ہے"۔ [55]

اب اس تعداد کو سامنے رکھ کر معترضین اپنے نظریہ و تصورات کو تاریخ میں نصب کر کے دیکھیں یہ جنگیں اگر مذہبی تبلیغ کے لئے ہوئی ہوتیں تو نہ صرف یہ کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح ان میں بدترین جفاکاریوں سے کام لیا گیا ہوتا بلکہ اس سے کہیں زیادہ تعداد تو ایک ایک جنگ میں موت کے گھاٹ اتار دی گئی ہوتی۔ اگر فاتحانہ امنگوں کے ساتھ حضورؐ اٹھے ہوتے تو جس طرح بڑے بڑے جنگجوؤں نے دل کھول کر خون ریزیاں کی ہیں اور تاریخ کے دامن کو لالہ زار کر دیا ہے۔ اس طرح آپؐ نے بھی ریگستان عرب کے ذرے ذرے کو انسانی خون پلا دیا ہوتا۔

لیکن اس قلیل تعداد نے انسانوں کو خون کی جس ارزانی و بے آبروئی سے بچایا اس کا مکمل جائزہ اور سروے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ اس کے نتیجہ میں جزیرۃ العرب کے اطراف میں اس قدر امن و اطمینان کی فضا قائم ہو گئی کہ ایک مسافر خاتون حیرہ سے چلتی اور کعبہ کا طواف کر کے واپس جاتی اور اللہ کے سوا اس کو کسی کا ڈر نہ ہوتا۔[56] ایک عورت قادسیہ سے اپنے اونٹ پر چلتی اور بیت اللہ کی زیارت کرتی اور اس کو کسی کا خوف نہ ہوتا۔[57] اس سے پہلے یہ حالت تھی کہ پورے جزیرۃ العرب میں قتل و غارت گری، انتقامی کاروائیوں، خانہ جنگیوں اور معرکہ آرائیوں کا سلسلہ قائم تھا اور بڑی بڑی حکومتوں کے کارواں بھی بڑے غیر معمولی پہرہ، حفاظتی بندوبست اور ماہر راہبروں کی مدد سے چلتے تھے۔

غزوات کی تفصیل کے مطالعہ سے بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جہاد و قتال کی نوعیت دنیا کی دوسری جنگوں سے قطعاً مختلف ہے۔ یہ غزوات کسی مادی مقصد سے نہیں بلکہ یہ محض امن و امان اور عدل و انصاف کے قیام کے لئے لڑے گئے تھے اس سے آپ کے بعض اعلیٰ اوصاف بھی ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ حضور نبی کریمؐ نے کم سے کم خونریزی کا اصول سامنے رکھا اور برائے نام حد تک قلیل جانی نقصان کے ساتھ دس لاکھ مربع میل رقبہ کی سلطنت قائم کر دکھائی۔ اور ان

علاقوں میں قائم ''دوسو چھہتر (۲۷۶) مستقل سیاسی اکائیاں ایک ریاست اور ایک وحدت میں مدغم ہو جاتی ہیں۔اس کشمکش کے نازک ترین مراحل میں بڑے نشیب و فراز بھی آئے۔ لیکن ہر موقع پر اسی نصب العین کو پیش نظر رکھا ہے کہ انسانیت کا سر بلند رہے۔ محسن انسانیت کی جنگی پالیسی کا اساسی کلیہ یہ تھا کہ مخالف عنصر کا خون بہانے کی بجائے اسے بے بس کر دیا جائے۔ تاآنکہ یا تو وہ تعاون کرے یا وہ مزاحمت چھوڑ دے۔ اصل میں آنحضرتؐ نے دشمن کو نیست و نابود کرنے کی جگہ مجبور کرنا پسند فرمایا۔ کیونکہ آنحضرتؐ کی سیاست قریش کو تباہ و نابود کرنے پر نہیں بلکہ بالکل محفوظ رکھ کر مغلوب کر دینے پر مشتمل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جہاد و قتال نبوت و رسالت کے ۸ برسوں میں ظلم اور وحشت کا جھنڈا اٹھا کر رحمۃ للعالمین کی مخالفت میں ہر میدان میں اترنے والے کفار مقتولین کی مجموعی تعداد اس سے بھی انتہائی کم ہے۔ جتنی آج امن کے ٹھیکیدار اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے دعوے دار اپنے ہی اتحادیوں کی تعداد (Friendly Fires) دوستانہ حملوں میں مار چکے ہیں۔

میرے قلم اور ہاتھ میں اتنی سکت نہیں ہے کہ میں آج مصنوعی تقدس کے پردوں میں لپٹی صلیبی جنگ کا، جہاد و قتال نبوت ورسالت سے تقابل کر سکوں۔ کیا کبھی کسی نے قطرے اور سمندر کا بھی تقابل کیا ہے؟ کیا کبھی کسی نے پتے اور جنگل کا بھی تقابل کیا ہے؟ اور کیا کبھی کسی نے ذرے اور وسیع و عریض صحرا کا بھی تقابل کیا ہے؟

اس پر تو یہ قول الٰہی صادق آتا ہے اور میں تو صرف اسی پر اکتفا کروں گا:

{وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ oوَلاَ الظُّلُمٰتُ وَلاَ النُّوْرُ oوَلاَ الظِّلُّ وَلاَ الْحَرُوْرُ oوَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلاَ الْاَمْوَاتُ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ[58]}

''اور نابینا اور بینا برابر نہیں ہیں اور نہ ہی تاریکی اور روشنی اور نہ ہی سایہ اور (شدید) دھوپ اور نہ ہی زندہ اور مردہ برابر ہو سکتے ہیں...''۔

خلاصہ بحث:

عصر حاضر میں جہاد کو دہشت گردی سے ملتبس کر دیا گیا ہے۔ جب کہ جہاد اپنی تمام صورتوں میں واضح اخلاقی حدود و قیود اور مقاصد کا پابند ہے۔ آج جہاد کے اس تصور کی تعلیم و تفہیم اشد ضروری ہے۔ دنیاوی جنگوں کے برعکس

جہاد و قتال کے اغراض و مقاصد انتہائی معقول اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ جہاد و قتال کے ان اعلیٰ اہداف و مقاصد میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

فتنے کا خاتمہ، مظلوموں کی مدد، مقتولین کا بدلہ، دفاع کے لیے لڑنا، مقبوضات کی آزادی، سرحدوں کی حفاظت، مومنین اور منافقین کی علیحدگی، وغیرہ۔

اسلام، سلم سے مشتق ہے۔ یہ تمام عالم کے لیے سلامتی کا پیغام ہے۔ اگر بغیر جنگ کے مقاصد کا حصول ممکن ہو تو اسلام صلح کو ہی ترجیح دیتا ہے۔ لیکن اگر بعض ناگزیر حالات میں قتال کی ضرورت پیش آجائے تو کچھ حدود و قیود اور آداب کی پابندی لازم قرار دیتا ہے۔ چند خصوصی آداب یہ ہیں۔

اخلاصِ نیت، دعوت قبل از قتال، اطاعتِ امیر، غیر مقاتلین کے قتل کی ممانعت، لوٹ مار کی ممانعت، مثلہ کی ممانعت، آگ میں جلانے کی ممانعت وغیرہ۔

اہلِ مغرب کا اسلام پر ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ یہ اپنے پیروکاروں کو خون ریزی کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام کے دنیا میں اس سرعت سے پھیلاؤ کی وجہ بھی وہ اسی کو قرار دیتے ہیں۔ اپنے مفروضے کی تائید میں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و سرایا کو پیش کرتے ہیں۔ جہاد و قتالِ نبوت ورسالت کے حوالے سے ایک اہم بات یہ ہے کہ متأخرین نے غلطی سے مسلمانوں کی ہر ایک نقل و حرکت کو خواہ انہوں نے جنگ سے بچنے کے لیے کی ہو جنگ شمار کر لیا۔ کیونکہ متقدمین کی اصطلاح میں اسے غزوہ و سریہ کا نام دیا گیا تھا۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہونے والے تمام جہادی معرکوں میں طرفین سے کام آنے والوں کی مجموعی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔ انسانی خون کی ایسی حرمت کی تاریخِ عالم میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ لیکن اس کے نتیجے میں انسانی خون کو وہ تقدیس نصیب ہوئی کہ پورے جزیرۂ عرب میں امن وامان قائم ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جہادی پالیسی اس بنیادی اصول پر قائم تھی کہ مخالف کو تباہ و برباد کرنے کی بجائے محفوظ رکھ کر مغلوب کر دیا جائے تاکہ وہ مزاحمت ترک کر دے۔ اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جہادی کارروائیاں تمام دنیاوی جنگوں سے ممتاز ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

1 البقرۃ۲:۱۹۳

2 النسآء۴:۷۵

3 یوسف۱۲:۹۲

4 ابن تیمیہ،احمد، شیخ الاسلام، مجموع الفتاوی، خادم الحرمین الشریفین، س۔ن،۳۵۸،۳۵۹: ۲۸

5 البقرۃ۲:۱۷۸

6 الطبری، محمد بن جعفر،تاریخ الامم والملوک،، نفیس اکیڈمی، کراچی، س۔ن، ص ۳۷۴

7 الفتح۴۸:۱۸

8 المائدۃ۵:۳۲

9 البقرۃ۲:۱۹۰

10 المرغینانی، علی بن ابی بکر،الھدایۃ، مکتبہ رحمانیہ،لاہور، س۔ن،۵۵۹/۲

11 البقرۃ۲:۱۹۱

12 البقرۃ۲:۲۴۶

13 آل عمران۳:۲۰۰

14 البخاری، محمد بن اسماعیل، امام، الجامع الصحیح، کتاب الجہاد، باب فضل رباط یوم، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۹ء (۲۸۹۲)

15 مسلم بن حجاج،امام، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الرباط، دارالسلام للنشر والتوزیع،الریاض،۱۹۹۸ء،(۱۹۱۳)

16 آل عمران۳:۱۷۹

17 محمد۴۷:۲۰

18 آل عمران۳:۱۴۰۔۱۴۱

19 الانفال۸:۴۷

20 صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا (۴۹۲۲)؛ سنن النسائی، کتاب الجہاد، باب من قاتل لیقال فلان جری (۱۹۴۰)

21 صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب من قاتل للریا والسمعۃ استحق النار، (۱۹۰۵)؛ سنن النسائی، کتاب الجہاد، باب من قاتل لیقال فلان جری (۱۹۴۰)

22 الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الجہاد، باب دعا النبیؐ الی الاسلام والنبوۃ۔۔ (۲۷۸۳)؛ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل علیؓ بن ابی طالب (۲۴۰۶)

23 الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الجہاد، باب دعاء النبیؐ الناس الی الاسلام والنبوۃ (۲۹۴۲)

24 الکاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع، دار الکتاب العربی، بیروت، الثانیہ، ۱۳۹۴ھ، ۶/۶۱

25 النحل ۱۶:۱۲۵

26 القصص ۲۸:۴۷

27 النسآء ۴:۵۹

28 الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الجہاد، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ (۲۷۹۷)؛ سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب طاعۃ الامام (۲۳۰۸)

29 صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظہور الفتن (۱۸۴۸)

30 صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ (۱۸۲۳)

31 الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعۃ الامام مالم تکن معصیۃ (۶۷۲۵)؛ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام، جامع الترمذی، کتاب الجہاد، باب لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۹ء، (۱۳۹۶)

32 الانفال ۸:۱۲

33 النساء ۴:۴۷

34 الانفال ۸:۵۷

35 الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الجہاد، باب قتل النسآء فی الحرب (۲۸۵۲)؛ جامع الترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی النھی عن قتل النسآء والصبیان (۱۲۷۵)

36 مالک بن انس، امام، الموطا، کتاب الجہاد، باب النھی عن قتل النسآء والولدان فی الغزو، اصح المطابع، دھلی، س، ن ۲/۴۴۷؛ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب قتل النسآء فی الحرب (۲۶۶۸)

37 ابی داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، ، کتاب الجھاد، باب فی قتل النسآء، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۹ء، (۲۳۲۴)

38 سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی قتل النسآء (۲۶۷۰)

39 السنن الکبریٰ ۹/۹۰

40 بدائع الصنائع ۶/۶۴

41 مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، الجہاد فی الاسلام، ادارۂ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۲۲۴

42 سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی النھی (۲۷۰۱)

43 سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب یؤمر من انضمام العسکر وسعۃ (۲۶۲۶)

44 سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی النہی عن المثلۃ (۲۶۶۷)

45 ابن ماجہ، محمد بن یزید، امام، سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، باب وصیۃ الامام، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۹ء، (۲۸۵۷)

46 الجامع الصحیح للبخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جھل (۳۷۵۷)؛ صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمتھا واھلھا، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار علیہ (۲۸۷۵)

47 کیلانی، عبدالرحمن، مولانا، رسول اکرمؐ بحیثیت سپہ سالار، مکتبہ السلام وسن پورہ، لاہور، س۔ن، ص ۳۰۹

48 الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الجہاد، باب لا یعذب بعذاب اللہ (۲۸۵۳)؛ سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی کراھیۃ حرق العدو بالنار (۲۶۷۳)

49 الانفال ۸:۶۱

50 الانفال ۸:۵۸

51 صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب تائید الامام الامراء علی البعوث ووصیتہ ایاھم بآداب الغزو وغیرھا (۱۷۳۱)

52 مؤطا امام مالک، کتاب الجہاد، باب النھی عن قتل النسآء والولدان فی الغزو (۱۰)

53 الانفال ۸:۷۳

54 منصور پوری سلیمان، قاضی، رحمۃ للعالمین، الفیصل ناشران، لاہور، ۱۹۹۱ء، ۲/۲۵۶

55 حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبوی کے میدان ہائے جنگ، بیکن بکس، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۹

56 الجامع الصحیح للبخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ، (۳۵۹۵)

57 ابن ہشام، عبد الملک، سیرت ابن ہشام، ادارۂ اسلامیات، انار کلی، لاہور، ۱۹۹۴ء، ۲/۵۸۱

58 فاطر۳:۱۹_۲۲